AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اسلامی تہذیب و تاریخ میں فنون لطیفہ کے کردار کا جائزہ

An Analytical Study of the Role of Fine Arts in Islamic Civilization and History

Mubashir Hassan
PhD Scholar, Department of Islamic Thought, National University of Modern Languages (NUML), Islamabad, Pakistan.
Prof. Dr. Mustafeez Ahmed Alvi
Professor, Department of Islamic Thought, National University of Modern Languages (NUML), Islamabad, Pakistan.

Abstract

This article aims to examine the status, scope, and role of fine arts in Islamic civilization and history from an Islamic perspective. It critically analyzes the legal (Sharī'ah) position of fine arts, their intellectual and spiritual foundations, and their practical applications within Islamic society. The study highlights that Islam does not reject art outright; rather, it regulates artistic expression through ethical, spiritual, and social boundaries to ensure the protection of both individual morality and collective harmony. The research explores the evolutionary stages of fine arts in Muslim societies, focusing on their psychological and social impacts, as well as a comparative analysis of Western and Islamic aesthetics. While Western art often emphasizes sensory pleasure and representational imagery, Islamic aesthetics prioritize spiritual symbolism, abstraction, and moral purpose, shaped largely by the prohibition of idolatry and immodesty. The article further elaborates on the Islamic concept of beauty as articulated by scholars such as Ḥasan al-Bannā, who classified beauty into hierarchical levels, reflecting balance between form and meaning. Islamic aesthetics are shown to be closely linked with fundamental human values, including spiritual, moral, and aesthetic dimensions. The study also discusses the Sharī'ah-imposed conditions for permissible artistic expression, namely modesty (ḥijāb and restraint), moderation (avoidance of extravagance), and ethical intent (freedom from obscenity and misguidance). By examining artistic practices during various Muslim dynasties, the article demonstrates how fine arts functioned as a constructive force for ethical refinement, spiritual elevation, and social development. Ultimately, the study establishes that Islamic art is not merely a source of aesthetic pleasure but a comprehensive medium for moral and spiritual formation within Islamic civilization.

Keywords : *Islamic Art, Fine Arts in Islam, Islamic Aesthetics, Sharī'ah and Art, Moral Values, Spirituality, Islamic Civilization*

اس مضمون کا بنیادی مقصد اسلامی نقطۂ نظر سے فنون لطیفہ کی شرعی حیثیت، ان کے فکری و روحانی پس منظر، اور ان کے اطلاقی دائرہ کار کا جائزہ لینا ہے۔ اس ضمن میں نہ صرف اسلامی شریعت کی مقرر کردہ حدود و قیود کو پیش کیا گیا ہے بلکہ فنونِ لطیفہ کے ارتقائی مراحل، نفسیاتی و سماجی اثرات، اور مغربی و اسلامی جمالیات کا تقابلی مطالعہ بھی شامل ہے۔ اس میں اس امر کو اجاگر کیا گیا ہے کہ اسلام کا تصورِ فن محض جمالیاتی تسکین پر مبنی نہیں بلکہ یہ انسان کی اخلاقی، روحانی اور سماجی تعمیر و تشکیل کے لیے بھی ایک موئثر ذریعہ ہے۔ فن کی مباح حیثیت، اس پر شریعت کی شرائط، اور

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مختلف مسلم عہد حکومت میں فنونِ لطیفہ کی عملی تطبیقات کو اس انداز سے پیش کیا گیا ہے کہ قاری کو فنون اور شریعت کے مابین ہم آہنگی کا جامع تصور حاصل ہو سکے۔

اسلامی شریعت جمالیات کے استعمال کے لیے واضح حدود متعین کرتی ہے، جو فرد اور معاشرے دونوں کے تحفظ کو یقینی بناتی ہیں۔ جمالیات کے استعمال کی تین اہم شرائط بیان ہوئی ہیں: نگاہوں اور اعضاء کی حفاظت (حجاب)، اسراف اور بے جا نمود سے گریز (اعتدال)، اور فحاشی یا گمراہی سے پاک ہونا (اخلاقی مقصد)۔[1]

اسلامی تصور فنون لطیفہ

اسلامی فن یا Islamic Art سے مراد وہ تخلیقی اور جمالیاتی فنون ہیں جو اسلام کے ظہور کے بعد مسلمان حکومتوں کے زیرِ اقتدار علاقوں میں فروغ پائے۔ اگرچہ اسے "اسلامی فن" کہا جاتا ہے، تاہم حقیقت میں یہ مسلمانوں کا فن ہے جو ان کی تہذیب، عقائد، اور دینی اصولوں کی عکاسی کرتا ہے۔ اسلامی فن دیگر مذاہب اور تہذیبوں سے جداگانہ خصوصیات رکھتا ہے۔ مغرب میں فن سے عمومی طور پر تصاویر، مجسمہ سازی اور تمثیلی مصوری مراد لی جاتی ہے، جبکہ اسلام میں بت پرستی سے اجتناب کی بنا پر جاندار اشیاء کی تصویر کشی کی ممانعت رہی ہے، جس نے اسلامی فن کو ایک انفرادی اور روحانی انداز عطا کیا۔

حسن البنا نے "حسن" کے تین درجات کا ذکر کیا ہے:

اسلامی جمالیات کا یہی توازن، انسان کی روحانی، اخلاقی اور جمالیاتی اقدار کے مابین ہم آہنگی کا تقاضا کرتا ہے۔ بنیادی انسانی اقدار کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

اَ. **روحانی اقدار** – (Spiritual Values) جن کا تعلق حق، توحید، اور قربِ الٰہی سے ہے۔

ب. **اخلاقی اقدار** – (Moral Values) جو خیر، عدل، صدق، اور عفت جیسے تصورات پر مبنی ہیں۔

ت. **جمالیاتی اقدار** – (Aesthetic Values) جو حسن، توازن، ترتیب، اور فن سے وابستہ ہیں۔[2]

اسلامی نقطۂ نظر میں ان تینوں اقدار کی متوازن تکمیل فرد اور معاشرے کی روحانی بالیدگی اور تہذیبی ارتقاء کے لیے ناگزیر قرار دی گئی ہے۔ یہی ذوقِ جمال انسان کو جمالِ کائنات کے ادراک، فنونِ لطیفہ کی قدر و منزلت، اور حسنِ عمل کے اعلیٰ معیار تک لے جاتا ہے۔

---

[1] سورہ النور (آیت 30-31)

[2] گھیبی، حسن بلخاری۔ "**قرآن میں حسن اور جمالیات کا تصور**۔" ہنر-بہ-زیبا، جامعۂ تہران، جلد ۲۲، شمارہ ۴، مقالہ نمبر ۱، ۲۰۱۸۔

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

انسانی شخصیت کی تشکیل میں اس کے جذبات، احساسات اور عقل کی باہمی ہم آہنگی کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ جدید نفسیاتی تحقیقات اس امر کی تصدیق کرتی ہیں کہ انسانی حواسِ خمسہ ایک دوسرے سے مربوط ہوتے ہیں، اور کسی ایک کے متاثر ہونے سے دیگر پر بھی اثر پڑتا ہے۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے مطابق، انسانی فطرت کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مختلف اعمال کیے جاتے ہیں: جسم کو تندرست و توانا رکھنے کے لیے کھیل، روح کی طہارت و پاکیزگی کے لیے عبادات، عقل کی افزائش کے لیے علم، اور تخلیقی و تخیلاتی جذبات کی آبیاری کے لیے فنونِ لطیفہ۔[3]

وجدانی عقل، جو انسان کو محسوساتی اور عقلی دائرے سے آگے بڑھا کر روحانی ارتقاء کی طرف لے جاتی ہے، اس کی بنیاد بھی فنون لطیفہ سے جڑی ہے۔ یہ عقل، عالمِ مثال اور الوہیت کی جستجو کے ذریعے فنون کے اظہار کا محرک بنتی ہے۔

حسن و جمال کی بنیاد فطرتِ انسانی میں ہے، اور فنون لطیفہ اس کے اظہار کا سب سے موثر ذریعہ ہیں۔ فن، دراصل اس وقت شروع ہوتا ہے جب انسان کائناتی حسن کی نقل میں اپنا تخیل شامل کر کے اسے ایک محسوس یا بصری شکل دیتا ہے۔ سید عابد علی عابد کے مطابق:

"فن انسانی فکر کے اس اظہار کا نام ہے جس نے فطرت کو اپنا وسیلہ بنایا ہو۔"[4]

اس تصور کے تحت فنون لطیفہ نہ صرف فطرت کے ہم آہنگ ہیں بلکہ فطرت کی جمالیاتی ترجمانی بھی کرتے ہیں۔ فنونِ لطیفہ کی دو اقسام کو تسلیم کیا جاتا ہے: (۱) فنونِ مفیدہ، جو انسانی ضروریات کو پورا کرتے ہیں، مثلاً صنعت و حرفت؛ (۲) فنونِ لطیفہ، جو انسانی ذوقِ جمال کی تسکین کا ذریعہ ہوتے ہیں، جیسے خطاطی، مصوری اور موسیقی۔

فنون لطیفہ کے پیچھے کئی محرکات کام کرتے ہیں: علم کا اظہار، معلومات کی ترسیل، شہرت، محبت، ضرورت، آسائش اور کائناتی حسن۔ یہ تمام عوامل فرد کو تخلیقی عمل کی طرف مائل کرتے ہیں۔

اسلام کا تصورِ جمال فطرت، عقل، اخلاق اور روحانیت کے حسین امتزاج پر مبنی ہے۔ یہی امتزاج اسلامی فنون لطیفہ کو ایک منفرد حیثیت عطا کرتا ہے، جس کا مقصد صرف حسن کا اظہار نہیں بلکہ ایک صالح معاشرے کی تشکیل ہے

---

[3]Qaradawi, Yusuf. *Diversion and Arts in Islam*. Translated by Rawah el-Khatib. Islamic Inc., 1998

[4]عابد، سید عابد علی۔ *اصولِ انتقاد ادبیات*۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، 1960۔

اللہ رب العزت نے ہر مسلمان کو کچھ ذمہ داریاں تفویض کی ہیں جن کی بجا آوری لازمی ہے۔ انہیں فرائض کہا جاتا ہے۔ اس نے حلال اور حرام کی وضاحت کر کے ان میں حد بندی بھی کر دی ہے جنہیں حدود کہا جاتا ہے۔ ان حدود کا تعین صرف اللہ رب العزت کی ذات کر سکتی ہے۔ انسان کے لیے ان حدود سے تجاوز کرنا ممنون ہے۔ البتہ کچھ امور ایسے ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے اپنی رحم دلی کے سبب بیان نہیں کیا۔ ان امور کی چھان پھٹک نہیں کرنی چاہیے اور اگر ضرورتاً انہیں اپنانا پڑے تو گناہ نہیں ہوتا۔ شریعت کا ایک اصول ہے کہ

الضرورات تبيح المحظورات[5]

ضرورتیں ناجائز کاموں کو جائز کر دیتی ہیں۔

قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ فنون لطیفہ کی ممانعت یا حرمت کا ذکر موجود نہیں ہے۔ فنون لطیفہ اصلا مباحات کے درجے میں آتے ہیں۔ مباحات پر دین و اخلاق کی شرط موجود ہوتی ہے یعنی مباح کام کو سر انجام دیتے ہوئے ایسی کوئی شکل اختیار نہ کی جائے جو دین کے کسی حکم یا منشاء کے خلاف ہو یا اخلاق کے کسی مسلمہ اصول کی مخالفت کرے۔

اسلامی تعلیمات میں فن کو مقاصد شریعت کے تحت جانچنے کا اصول وضع کیا گیا ہے۔ اگر فن کسی دینی یا اخلاقی حکم سے متصادم نہ ہو، تو وہ مباح قرار پاتا ہے۔ مباحات پر بھی اخلاقی شرائط عائد کی گئی ہیں تاکہ وہ انسان کو یادِ الٰہی سے غافل نہ کریں

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی نے "اسلام اور فنون لطیفہ" میں اخلاقی اقدار کی تحصیل کا اصول بیان کیا ہے کہ "جمالیاتی ذوق کے تقاضے، اخلاقی مصالح اور مفادات کے مطابق ہونے چاہئیں"۔[6] لہٰذا فنون لطیفہ کو اختیار کرتے ہوئے اخلاقی اور دینی اصول وضوابط کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

مولانا شفیع عثمانی نے اپنی کتاب "اسلام اور موسیقی" کی ابتدائی بحث میں تعمیری اور تخریبی تفریحات کا ذکر کرتے ہوئے یہ اصول پیش کیا ہے کہ تفریح ہمیشہ تعمیری اور مفید ہونی چاہیے، جیسے وہ کھیل جن سے صحت و تندرستی حاصل ہو، تھکن دور ہو، اور دینی فرائض میں کوئی رکاوٹ نہ آئے؛ جیسے تیر اکی، گھڑ سواری، تیر اندازی وغیرہ۔ اس کے برعکس وہ تفریحات جو وقت کے ضیاع کا باعث بنیں، اسلامی اصولوں کے خلاف ہوں، یا دینی جذبے کو مجروح

[5] محمد صدقي آل بورنو، *الوجيز في إيضاح قواعد الفقه الكلية* (الرياض: مكتبة الرشد، 2020)۔

[6] صدیقی، نجات اللہ، **اسلام اور فنون لطیفہ**، ص 21-49

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کریں جیسے شطرنج، رقص و سرود، غیر اخلاقی فن اور موسیقی، وہ قابل مذمت ہیں۔ ایسی سرگرمیاں جو انسان کو عارضی لذتوں میں گم کر کے دنیا کی محبت میں غرق کر دیں اور اس کے مقصدِ حیات سے غافل کر دیں، اسلام کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔[7]

مسلمانوں نے فنونِ لطیفہ کے استعمال میں ذوقِ جمال کو مد نظر رکھتے ہوئے مادیت اور روحانیت میں اعتدال کے راستے کو اپنایا اور مذکورہ بالا اصولوں کے تحت بامقصد فن تخلیق کیا، جو اخلاقی اور روحانی اقدار پر مبنی اور الحاد سے پاک تھا۔ انہوں نے اللہ رب العزت کی قدرت میں موجود تناسب، ہم آہنگی، توازن اور اعتدال کو اپنی تخلیقات میں اختیار کیا اور فن کو عروج و کمال تک پہنچایا۔

ایک مسلمان میں حقیقتِ کبریٰ کے تقرب کی خواہش موجود ہوتی ہے، جس کا اظہار علامہ اقبال نے ان الفاظ میں کیا ہے:

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آلباسِ مجاز میں کہ
ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبینِ نیاز میں[8]

اس روحانی طلب کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو کچھ مظاہر عطا کیے، جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ، قرآن مجید کی صورت میں اللہ کا کلام، اور کعبۃ اللہ کی صورت میں اللہ کا گھر۔ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے محبت وعقیدت کا اظہار نعت گوئی اور نعت خوانی کے ذریعے کیا، قرآن کی محبت حسنِ قراءت، خوش خطی، اور لطیف ادب کے ذریعے ظاہر کی، اور بیت اللہ سے وابستگی کا اظہار خوبصورت مساجد کی تعمیر کے ذریعے کیا۔

البتہ مسلمانوں میں تمثیلی فنون کو وہ پذیرائی نہ مل سکی جو دیگر اقوام میں دیکھی جاتی ہے۔ اس کی بنیاد پر مستشرقین اسلامی فنونِ لطیفہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے فن کو محدود کر دیا، خصوصاً تمثیلی فنون کی ممانعت کے باعث مسلمانوں میں ایسی تخلیقات کم ہو گئیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے قبل یونانی، بازنطینی اور ایرانی فنون دنیا پر غالب تھے، جن میں بنیادی موضوع "انسان" تھا۔ اس لیے وہاں مصوری اور مجسمہ سازی کو فوقیت حاصل تھی۔ دیگر مذاہب میں معبودوں کی تصاویر اور مجسمے ان کی عبادات کا جزو تھے۔ اسلام کا تصورِ فن اس سے مختلف ہے؛ انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، جسے صرف اس

---

[7] مفتی محمد شفیع، اسلام اور موسیقی (کراچی: مکتبہ دارالعلوم کراچی، 2022)۔

[8] محمد اقبال، " کبھی اے حقیقتِ منتظر "!، بانگِ درا، نظم 169، حصہ سوم (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز

کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا۔ مسلمان اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں:

"لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ"[9]

"نگاہیں اسے نہیں پا سکتیں، اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے؛ وہ نہایت باریک بین اور باخبر ہے۔"

آیتِ کریمہ "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ" کے تحت علامہ آلوسیؒ بیان کرتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بصری ادراک سے ماوراء ہے، کوئی آنکھ اس کا احاطہ نہیں کر سکتی، اور نہ کوئی عقل یا شعور اس کی کنہ تک رسائی پا سکتا ہے۔ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ مراد یہ ہے کہ "کوئی نگاہ اللہ کو اس طرح نہیں دیکھ سکتی کہ اسے مکمل طور پر پا لے"۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی لطیف اور برتر ہے کہ انسانی حواس نہ اسے دیکھ سکتے ہیں، نہ سوچ سکتے ہیں، نہ اس کی صورت کشی کر سکتے ہیں۔

علامہ آلوسیؒ مزید فرماتے ہیں کہ نگاہیں اسے نہیں پا سکتیں، مگر وہ ہر نگاہ کو پالیتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے علم، قدرت، اور محیط شعور کی طرف اشارہ ہے، جب کہ اس کی لطافت (یعنی پوشیدگی اور برتری) ایسی ہے کہ وہ مخلوق کی صفات اور اندازِ تصور سے ماوراء ہے۔ اسی لیے وہ "لطیف" ہے—یعنی کوئی مخلوق اسے دیکھ یا گھیر نہیں سکتی، اور وہ "خبیر" ہے—یعنی سب کچھ جاننے والا ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کی تصویر کشی ممکن نہیں، اس لیے اسلام میں تمثیلی فنون کی حوصلہ افزائی نہ ہونا فطری امر ہے، تاکہ انسان خود کو خالق نہ سمجھ بیٹھے۔ اسلام میں انسان کو صنعت کار تسلیم کیا گیا ہے، نہ کہ خالق۔ چونکہ انسان میں اعلیٰ صلاحیتیں موجود ہیں، اگر وہ تمثیلی فنون میں مشغول ہو کر خود کو خالق تصور کرے تو یہ شرک کی راہ ہموار کر سکتا ہے۔

اس بنا پر مسلمانوں نے یونانی و بازنطینی فنون کو اسلامی قالب میں ڈھالا، غیر تمثیلی فنون جیسے خطاطی، فنِ تعمیر، رنگ آمیزی، ریاضیاتی اشکال اور میناتوری میں تخلیقی اظہار کو ترجیح دی۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ اسلام کا تصورِ جمال انسان سے ہر معاملے میں ایسے حسن اور کمال کا متقاضی ہے جو اس کے فطری تقاضے اور ذوقِ جمال کی تسکین بھی کرے، اور شریعت کی حدود کو بھی پامال نہ کرے

مغربی تناظر میں آرٹ کی تعریف مجسمہ سازی، تصویری مصوری اور دیگر بصری فنون پر مرکوز ہے، جبکہ اسلام میں شبیہ سازی کی ممانعت کے باعث ابتدائی مسلم فنون میں انسانی یا جاندار اشیاء کی تمثیلی مصوری کم پائی جاتی

[9] الأنعام: ۱۰۳

ہے۔یہی وجہ ہے کہ ابتدائی مساجد اور دیگر مذہبی عمارات میں ایسی کسی مصوری کا وجود نہیں ملتا۔ تاہم وقت کے ساتھ ساتھ غیر مذہبی عمارات میں محدود حد تک ان رجحانات کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔

ابتدائی اسلامی فنون میں فنِ تعمیر، کتاب سازی، خطاطی، ظروف سازی، دھات کاری، شیشہ گری، پارچہ بانی، اور قالین بافی کو مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ اسلامی فن کا پہلا اور اعلیٰ ترین مظہر قرآنِ مجید ہے، جو زبان و بیان کی فصاحت، بلاغت، صوتی آہنگ اور لسانی اعجاز کا ایسا شاہکار ہے جس کی نظیر انسانی تاریخ میں ممکن نہیں۔

مسلمانوں نے قرآن کی تلاوت، حفظ اور کتابت کو نہ صرف دینی فرض سمجھا بلکہ ان تمام سرگرمیوں نے فنونِ اسلامی کی بنیاد بھی فراہم کی۔ قرآت نے صوتی فنون کو جنم دیا جبکہ خوبصورت کتابت نے فنِ خطاطی کو مہمیز دی۔ اسی قرآن کی تلاوت کے لیے تعمیر کردہ مساجد نہ صرف عبادت گاہیں تھیں بلکہ اسلامی فنِ تعمیر کی شاہکار مثالیں بھی بنیں۔

مساجد کی تزئین و آرائش میں تمثیلی مصوری کی ممانعت کے باعث مسلمانوں نے ریاضیاتی اشکال (Geometric Designs) اور نباتاتی نقش و نگار (Arabesques) پر مشتمل ایک منفرد جمالیاتی اسلوب اپنایا۔ یہ اشکال اسلامی تصورِ وحدت، توازن، ترتیب اور روحانی نظم کے مظاہر تھے۔ ان میں نہ صرف فکری گہرائی بلکہ سائنسی اور ریاضیاتی مہارت کا عکس بھی جھلکتا ہے، جس نے اسلامی فن کو دیگر تہذیبوں سے ممتاز کر دیا۔

اسلامی فن کی بنیاد تین بنیادی اصناف پر قائم ہے:

1. **خطاطی (Calligraphy):** جو قرآن کے الفاظ کو خوبصورت انداز میں پیش کرنے کا ذریعہ بنی۔
2. **نباتاتی آرائش (Arabesques):** جو تمثیلی مصوری کے متبادل کے طور پر قدرتی مناظر اور پودوں کی غیر شبیہی نمائندگی کرتی ہے۔
3. **ریاضیاتی اشکال (Geometric Patterns):** جو نظم، توازن، اور توحید کے تصور کو فنون میں ظاہر کرتی ہیں۔

اسلامی فن نہ صرف مذہبی بلکہ تہذیبی، سائنسی، اور فکری پس منظر کا حامل ہے۔ اس کی تشکیل پر قدیم تہذیبوں، بالخصوص یونان، روم، میسوپوٹیمیا، ایران اور وسطی ایشیاء کے فنون کا اثر بھی نمایاں ہے، تاہم اسلام نے ان اثرات کو اپنی مخصوص روحانی اور اعتقادی شناخت کے سانچے میں ڈھال کر ایک منفرد فن تشکیل دیا۔

دورِ نبویؐ اور خلافت راشدہ (۶۱۰ء–۶۶۱ء)

اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کی توجہ دینی شعائر، اخلاقی تربیت اور روحانی اصلاح پر مرکوز رہی۔ اس دور میں

فنونِ لطیفہ کا بنیادی اظہار عبادات سے جڑا ہوا تھا، چنانچہ مسجد کی تعمیر، قرآن کی تلاوت اور کتابت، اور زبان و بیان کی صفائی، اسلامی فن کے اولین مظاہر تھے۔ مساجد سادہ مگر پر اثر فنِ تعمیر کا نمونہ تھیں، جن میں تزئین کی بجائے تقدس، اجتماعیت اور روحانیت کو ترجیح دی گئی۔ عربوں کا شعری ذوق، جو زمانۂ جاہلیت میں بھی نمایاں تھا، اس دور میں بھی قائم رہا۔ خانہ کعبہ پر معلق قصائد (المعلقات) اس زمانے کے ادبی ذوق کی علامت ہیں۔[10]

دورِ بنو امیہ (۶۶۱ء–۷۵۰ء)

اموی دور میں اسلامی فن نے باقاعدہ ترقی کا آغاز کیا، جب دمشق اسلامی حکومت کا مرکز بنا۔ اس دور میں فن تعمیر نے ایک نیا رنگ اختیار کیا، جہاں مساجد میں جاذبِ نظر تزئین و آرائش اور منقش خطاطی کا استعمال بڑھا۔ ظروف سازی، موزائیک ٹائل ورک، اور نقش و نگار میں ایرانی اثرات واضح نظر آتے ہیں۔ شاعری، موسیقی اور دیگر ثقافتی فنون کو بھی ریاستی سرپرستی حاصل رہی۔ معروف خطاط سالم اور عبد الحمید اس دور کے نمایاں فنکار تھے، جبکہ محلات اور دیگر عمارات میں قدرتی مناظر، ریاضیاتی اشکال اور نباتاتی نمونوں پر مشتمل مصوری کا استعمال شروع ہوا۔[11]

دورِ بنو عباس (۷۵۰ء–۱۲۵۸ء)

عباسی دور کو اسلامی تہذیب و تمدن کا سنہری دور کہا جاتا ہے۔ بغداد، جو عباسی خلافت کا دارالحکومت تھا، علم، ادب اور فنون کا عالمی مرکز بن گیا۔ اس دور میں عربی آرائش (Arabesques) کو عروج حاصل ہوا، جس کے ذریعے عمارات کی بیرونی سطح کی تزئین کی جاتی تھی۔ ظروف سازی، کتب آرائی، کپڑے کی صنعت، اور خطاطی جیسے فنون میں اعلیٰ معیار قائم کیا گیا۔ عباسی فن پر ایرانی، رومی اور ہندی اثرات کا امتزاج دکھائی دیتا ہے۔ فن تعمیر میں نئے ڈیزائن، محرابیں، گنبد اور نقش و نگار کے جدت آمیز استعمال نے اسلامی طرزِ تعمیر کو نئی بلندیوں تک پہنچایا۔

دورِ اندلس (۷۴۹ء–۱۴۹۲ء)

اندلس میں مسلمانوں کی حکومت نے آٹھ صدیوں تک فنون، سائنس اور تہذیب کو فروغ دیا۔ بنو امیہ کے زیر قیادت فنِ تعمیر، موسیقی، شعر و ادب اور فلسفے میں عظیم ترقی ہوئی۔ قرطبہ، غرناطہ اور اشبیلیہ جیسے شہروں میں عظیم الشان مساجد، محلات اور باغات تعمیر کیے گئے۔ الحمرا پیلس اور جامع قرطبہ اندلسی فن تعمیر کے شاہکار ہیں۔ موسیقی کو باقاعدہ تعلیم کا حصہ بنایا گیا اور اندلسی راگ و ساز یورپ تک پھیل گئے۔ خطاطی، عربسک آرٹ، اور جیومیٹری پر مبنی نقش و

---

[10] القرضاوی، یوسف۔ تعلیم کی اہمیت سنت نبوی کی روشنی میں۔ نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، 2000۔

[11] معین الدین، جرجی الاسلام، ص 607

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

نگار کو فنون میں مرکزی حیثیت حاصل رہی۔[12]

فاطمی دور (۹۰۹ء–۱۱۷۱ء)

فاطمیوں نے شمالی افریقہ اور مصر میں ایک الگ فنکارانہ روایت قائم کی۔ ان کا مرکز قاہرہ تھا، جہاں فن تعمیر، پتھر تراشی، شیشہ گری، اور لکڑی کے نقش و نگار کو فروغ حاصل ہوا۔ ظروف اور دیگر اشیاء پر تمثیلی مصوری کے نمونے بھی دیکھے جاسکتے ہیں، اگرچہ مذہبی عمارات میں احتیاط برتی جاتی رہی۔ فاطمی طرزِ تعمیر میں سنگ تراشی اور تفصیلی نقش و نگار کا استعمال، اسلامی فن کے ایک نئے رخ کو ظاہر کرتا ہے۔[13]

سلجوقی دور (۱۰۳۸ء–۱۱۹۴ء)

سلجوقیوں نے فنون میں نئی تکنیکی مہارتیں متعارف کرائیں۔ ظروف سازی میں چینی طرز پر سفید مٹی کے برتن، اور دھاتوں کے کام میں سونے، چاندی اور کانسی کا استعمال عام ہوا۔ خطاطی اور مصوری میں جاندار اشیاء کی تصاویر بھی بعض اوقات شامل رہیں، بالخصوص غیر مذہبی فن پاروں میں۔ فن تعمیر میں سلجوقی طرزِ گنبد، بلند مینار اور مسجدی نقش و نگار نے ایک نمایاں شناخت قائم کی۔ اصفہان کی جامع مسجد اس دور کی ایک اہم مثال ہے۔[14]

منگول اور ایلخانی دور (۱۲۵۸ء–۱۳۳۵ء)

منگول دور میں اسلامی فن پر عسکری ثقافت کا گہرا اثر تھا، تاہم شعر و ادب، خطاطی اور فنِ تعمیر میں اہم کام ہوا۔ رشید الدین کی "جامع التواریخ" اور "کلیاتِ فردوسی" جیسے کتب اس دور کے ادبی و تصویری ورثے کی نمائندگی کرتی ہیں۔ خطاطی میں خط نسخ کو خاص اہمیت حاصل ہوئی، جسے سرکاری و مذہبی کتابوں میں اپنایا گیا۔[15]

عثمانی دور (۱۲۸۱ء–۱۹۲۴ء)

عثمانی سلطنت نے اسلامی فن کو تین براعظموں میں پھیلایا۔ ان کے فنِ تعمیر میں بازنطینی اثرات اور اسلامی اصولوں کا حسین امتزاج نظر آتا ہے، جس کا شاہکار "سلطان احمد مسجد" (نیلی مسجد) ہے۔ خطاطی میں عثمانیوں نے "خط دیوانی" کو رائج کیا۔ علمی و فنی سرپرستی کے ساتھ مساجد، کتب خانے، مدارس، اور بازار قائم کیے گئے۔ فنِ مصوری میں ایرانی

---

[12] Islamic Art and Culture, A resource for Teacher, National Gallery

[13] Islamic Art and Culture, p-10

[14] Ibid

[15] Islamic Art-History of Muslim Visual Arts, www.visual-arts-cork.com/islamic-art.htm (26-09-2019)

اثرات نمایاں تھے، جبکہ قالین بافی، شیشہ سازی اور ظروف سازی کو بھی ترقی دی گئی۔[16]

صفوی دور (۱۵۰۱ء–۱۷۲۲ء)

صفوی دور میں ایران نے اسلامی فنون میں ایک نیا جمالیاتی معیار قائم کیا۔ مسجد شیخ لطف اللہ اور مسجد شاہ عباس اس دور کے فنِ تعمیر کی نمایاں مثالیں ہیں۔ کتاب سازی، جلد بندی، مصوری اور قالین بافی کو بین الاقوامی سطح پر شناخت ملی۔ اس دور میں مصوری میں شوخ رنگوں اور عشقیہ مناظر کو شامل کیا گیا۔ قالین بانی میں صفوی انداز نے ترک طرز کی جگہ لی اور دنیا بھر میں مقبول ہوا۔[17]

غزنوی دور (۹۷۷ء–۱۱۸۶ء)

غزنوی سلطنت نے برصغیر میں اسلامی تہذیب کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ سلطان محمود غزنوی علم و ادب کے سرپرست حکمران تھے۔ لاہور کو علمی و فنی مرکز کے طور پر ترقی دی گئی۔ سلطان ابراہیم غزنوی نے خوشخطی میں کمال حاصل کیا اور سیکڑوں مدارس و مساجد قائم کیں۔ فارسی ادب، مذہبی علوم اور خطاطی کو عروج ملا۔[18]

مغلیہ دور (۱۵۲۶ء–۱۸۵۷ء)

مغلیہ سلطنت نے برصغیر میں اسلامی فن کی اعلیٰ ترین شکل کو متعارف کرایا۔ مغل بادشاہوں، بالخصوص اکبر، جہانگیر، اور شاہجہان کے ادوار میں فنِ تعمیر، مصوری، خطاطی، اور موسیقی کو ریاستی سرپرستی حاصل رہی۔ تاج محل، لال قلعہ، اور جامع مسجد دہلی مغلیہ فن تعمیر کے عظیم شاہکار ہیں۔ فارسی زبان اور ادب کو غیر معمولی ترقی دی گئی۔ دربار میں موسیقاروں، شاعروں اور خطاطوں کو خصوصی مقام حاصل تھا۔[19]

اسلامی تصورفنون لطیفہ کے اثرات

اسلامی تہذیب اپنے سنہری دور سے لے کر عصرِ حاضر تک تخلیقی فنونِ لطیفہ کی متنوع جہتوں میں نہ صرف نمایاں رہی بلکہ ان فنون کے ذریعے دنیا کے کئی خطوں خصوصاً یورپ پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ان فنون میں سب سے نمایاں فنِ تعمیر اور فنِ خطاطی رہے، تاہم دیگر عملی اور تخلیقی فنون جیسے موسیقی، کپڑا سازی، ظروف سازی اور دھات کاری بھی اسلامی تہذیب کی عظمت کے علمبردار بنے۔ اس تفصیلی مطالعہ میں ان تمام شعبہ جات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ کس

---

[16] Islamic Art and Cultur, p14

[17] الرادار و معارف اسلامی، ص 50

[18] سکینہ بمباری پرشاد، تاریخ شاہجہاں، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان بھی دل، الایا 2010ء، ص 327

[19] ایضاً

طرح اسلامی فنون نے یورپی تمدن کو متاثر کیا اور مغربی ثقافت میں خوشنما امتزاج پیدا کیا۔

فنِ تعمیر میں اسلامی اثرات

اسلامی فن تعمیر نے دنیا بھر کے معماروں اور تہذیبوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ مسلمانوں نے حسن، ریاضیاتی توازن، روحانیت اور جمالیات کو ایک ہی سانچے میں اس طرح سمویا کہ ان کی تخلیق کردہ عمارات صرف عبادت گاہیں یا محلات نہ رہیں بلکہ مکمل تہذیبی مظاہر بن گئیں۔

مسلمان معمار صرف فنِ تعمیر کے ماہر نہیں بلکہ وہ بیک وقت مصور، مہندس، ریاضی دان اور خطاط بھی ہوتے تھے۔ ان کے تیار کردہ گنبد، زینہ دار مینار، بلند و بالا چھتیں، محرابیں، جالی دار جھروکے، وسیع صحن اور خوشنما برآمدے صرف مشرقی دنیا ہی نہیں بلکہ یورپ اور امریکہ کے لیے بھی فنونِ لطیفہ کا ایک نادر نمونہ بن گئے۔

اندلس میں عرب طرز کے محراب، کمائی دار چھجے، دھاتی جالیاں اور ان پر کندہ عربی تحریریں یورپی فنِ تعمیر کے لیے نئی راہیں کھول گئیں۔ صلیبی جنگوں کے بعد یورپ کو اسلامی طرز تعمیر سے براہِ راست تعارف حاصل ہوا۔ اسپین، اٹلی، فرانس اور جرمنی میں ایسی کئی عمارات تعمیر ہوئیں جن پر اسلامی طرزِ تعمیر کے اثرات واضح نظر آتے ہیں۔ شمالی فرانس کے شہر واست (Vast) کا دروازہ قاہرہ کے مشہور "بوابۃ الفتوح" کی طرز پر بنایا گیا، جب کہ اٹلی کے کئی کلیسا قرطبہ کے گنبد طرزِ تعمیر سے متاثر ہو کر بنائے گئے۔[20]

فنِ خطاطی: تصویری اظہار کا متبادل

اسلامی فنون میں خطاطی کو ایک بلند مقام حاصل ہے۔ مسلمانوں نے تمثیلی مصوری کی ممانعت کو تخلیقی اظہار کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننے دیا بلکہ خطاطی کو اس کا حسین متبادل بنایا۔ قرآن مجید کی تزئین، مساجد کی آرائش، ظروف کی کندہ کاری، اور در و دیوار کی زینت میں خطاطی نے جو حسن اور روحانیت پیدا کی، وہ مغربی فنون کے لیے ایک نیا تصور تھا۔

یورپ نے اسلامی خطاطی کو اتنا سراہا کہ انہوں نے عربی حروف کو محض تزئین کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ چوتھی صدی عیسوی میں یورپی کلیساؤں کے دروازوں اور ستونوں پر عربی رسم الخط کے نقوش پائے جاتے ہیں۔ اٹلی کے شہر کانوسا کے مقبرے پر موجود خطِ کوفی اور اسپین کے شہر اویئدو (Oviedo) کے گرجے میں بسم

---

[20] ندوی ریاست علی، تاریخ اندلس کی دینی کتب لاہور، 2003ء، ص288

اللہ کی نقش نگاری اسلامی خطاطی کے یورپ پر اثرات کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔[21]

فنِ موسیقی: عرب دھنوں سے مغربی لے تک

اسلامی تہذیب میں موسیقی نے اپنے ارتقائی سفر میں کئی مرحلے طے کیے۔ ابتدائی دور میں نعتیہ اشعار، جنگی ترانے، مرثیے اور قصیدے خوش الحان انداز میں پیش کیے جاتے تھے جنہیں "لحن" کہا جاتا تھا۔ بعد ازاں اموی دور میں موسیقی کو باقاعدہ علم کا درجہ ملا، اور متعدد کتب اس موضوع پر لکھی گئیں۔

الفارابی، ابن سینا، ابن الہیثم، ابو الفرج اصفہانی، اور اسحاق الموصلی جیسے علما نے موسیقی پر گراں قدر علمی ذخیرہ فراہم کیا۔ فارابی کی تصنیف "کتاب الموسیقی الکبیر" سترہویں صدی تک یورپ کے موسیقاروں کا حوالہ بنی رہی۔ یہ کتب لاطینی میں ترجمہ ہوئیں اور یورپ میں درس گاہوں میں پڑھائی جانے لگیں۔ اندلس میں اشبیلیہ، غرناطہ، اور طلیطلہ میں موسیقی کی درس گاہیں قائم کی گئیں، جن میں تیار کیے گئے آلاتِ موسیقی جیسے عود، رباب، طنبورہ، اور ڈھول بعد ازاں یورپ نے اپنا لیے۔[22]

ٹیکسٹائل: لباس، رنگ وروش اور اندازِ زیبائش

مسلمانوں کی کپڑا سازی میں مہارت نے یورپ میں ایک نیا رجحان پیدا کیا۔ بغداد کا ریشم، موصل کی ململ، غرناطہ کا اونی کپڑا، طرابلس کا شفون اور غازہ کی جالی یورپ میں بے حد مقبول ہوئیں۔ خواتین عربی قمیص، نقاب اور مشرقی ملبوسات کو فخر سے پہنتی تھیں، جب کہ پادریوں کی عباؤں پر عربی آیات کاڑھی جاتی تھیں۔

یورپ نے مسلمانوں سے عمدہ لباس کی تراش خراش، دھونے اور بدلنے کے اصول سیکھے۔ راجر دوم کی تاج پوشی کے موقع پر جو عبا تیار کی گئی، وہ عربی طرز پر بنی ہوئی تھی، جس پر عربی عبارت، ہجری تاریخ اور دعائیہ کلمات درج تھے۔ آج بھی یورپ میں کئی کپڑوں کے نام عربی اصل رکھتے ہیں، جیسے "موہیر (Mohair) "اور "کیمیس" (Gamice)۔

ظروف سازی، دھات کاری اور مٹی کے فنون

مسلمانوں نے شفاف مٹی، دھات، ہاتھی دانت، شیشہ اور لکڑی سے نہایت نفیس ظروف تیار کیے۔ شمع دان، طشت، چراغ دان، شیشے، رکابیاں اور آفتابے نہ صرف فنکارانہ مہارت کا مظہر تھے بلکہ یورپ میں ان کی مانگ بھی تھی۔

---

[21] تار آرمان خلدون، مقدمہ میں 267

[22] برقی، ڈاکٹر علام جیلانی، یورپ پر اسلام کے احسان، ص 224-227

بلنیسہ، مالقہ اور سسلی کے کارخانوں میں بننے والے ظروف نے اٹلی اور فرانس کو فنی برتن سازی سکھائی۔

یورپی کارخانوں میں اسلامی انداز پر مٹی کے برتن تیار کیے جانے لگے، جن پر اسلامی نقش و نگار بنائے جاتے تھے۔ یہی نہیں، جہاز سازی، اسلحہ سازی اور دھات کاری میں بھی مسلمانوں کے انداز نے یورپی صنعتوں کو نئی جہت عطا کی۔

اسلامی فنونِ لطیفہ نے انسانی تخلیق، جمالیات اور ثقافت پر جو گہرے اثرات مرتب کیے، ان کی جھلک یورپ کی عمارات، موسیقی، لباس، اور حتیٰ کہ روزمرہ زندگی کے استعمالی فنون میں نمایاں طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ معروف مؤرخ "ہاربرٹ برفولٹ" نے کہا:

"اگر عرب نہ ہوتے تو عصرِ رواں کی مغربی تہذیب جنم ہی نہ لیتی۔ یہ صحیح ہے کہ عربوں نے کوئی کاپرنیکس یا نیوٹن پیدا نہیں کیا، لیکن ان کے بغیر کاپرنیکس یا نیوٹن کا پیدا ہونا ممکن نہ تھا۔"[23]

نتیجہ

اسلامی تہذیب و تاریخ کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ فنونِ لطیفہ اسلام میں نہ تو مطلقاً ممنوع ہیں اور نہ ہی بے لگام آزادی کے حامل۔ اسلام نے فن کو اخلاقی، روحانی اور سماجی مقاصد کے تابع کر کے ایک متوازن اور بامقصد حیثیت عطا کی ہے۔ اسلامی فن حسن، اعتدال اور اخلاقی ذمہ داری کا حسین امتزاج پیش کرتا ہے، جو انسان کے باطن کو سنوارنے اور معاشرے کو فکری استحکام فراہم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ فنونِ لطیفہ کے حوالے سے شریعت کی مقرر کردہ حدود، جیسے حیا، اعتدال اور اخلاقی مقصد، دراصل انسانی فطرت اور سماجی تحفظ کی ضامن ہیں۔ مختلف مسلم ادوار میں فنون کی عملی تطبیقات اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلامی فن نے تہذیبی شناخت کو مضبوط کیا اور روحانی اقدار کو فروغ دیا۔ یوں اسلامی تصورِ فن محض جمالیاتی تسکین نہیں بلکہ ایک ہمہ جہت اصلاحی و تربیتی ذریعہ ہے۔

[23] ایضاً